

# اظہارِ عقیدت

# محمد

سیدنا و آلائہ

صلى الله عليه وآله وسلم

پہلی نشست  
محمد قادیانی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

# اظہار عقیدت



قائد اہل سنت

علامہ رشید القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء المشرقین پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اظہار عقیدت	نام کتاب
قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ	مصنف
ڈاکٹر غلام زرقانی	ترتیب و تقدیم
دسمبر 2007ء	تاریخ اشاعت
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	ناشر
ایک ہزار	تعداد
MT25	کمپیوٹر کوڈ
81/- روپے	قیمت

ملنے کے پتے

## ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:- 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:- 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

میں ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان کو جملہ حقوق برائے اشاعت  
”اظہار عقیدت“ تفویض کرتا ہوں اس کے علاوہ پاکستان میں کسی ادارہ یا پبلشرز کو  
یہ کتاب چھاپنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (ڈاکٹر غلام زرقانی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نعمتہ

وَنصلي على رسوله الكريم

وعلى آله

وصتبه اجمعين

اظہار عقیدت

# شرف انتساب

اپنے برادر گرامی

جناب مولانا فیض ربانی صاحب

کے نام

جن کی حوصلہ افزائیوں، شفقتوں اور عنایتوں سے میں کسی قابل ہوا

و عا جو

غلام زرقانی

اظہار عقیدت

مل گئی ہے سرِ بالیس جو قدم کی آہٹ  
روح جاتی ہوئی شرما کے پلٹ آئی ہے

## مشمولات

- 1 پیشواٹی..... ڈاکٹر غلام زرقانی کے قلم سے
- 5 پیش لفظ..... ڈاکٹر کرامت علی کرامت
- 25 علامہ کی نعتیہ شاعری..... ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی
- 40 ارشد دین ملت..... حسان الہند بیکل اتساہی
- 43 نعت..... یانہی یاد تری دل سے مرے کیوں جائے
- 45 نعت..... بہر دیدار مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے
- 48 نعت..... جس سے تم روٹھو وہ برکشتہ دنیا ہو جائے
- 50 قطعہ..... مدینہ میں دل کا نشان چھوڑ آئے
- 51 نعت..... زمیں تا چرخ بریں فرشتے ہر اک نفس کو پکار آئے
- 53 نعت..... جمال نور کی محفل سے پروانہ نہ جائے گا
- 56 ہدیہ..... ہے جبیں شوق کا بھی دنیا میں اک ٹھکانہ
- 58 قطعہ..... روز آئے مدینے سے بادِ صبا ہجر میں دل ہمارا بہلتا رہے



- 59 **صل علی محمد** ..... ماہِ مبین و خوش ادا صلِ علی محمد
- 60 **منقبت** ..... ہو چشمِ عنایتِ شہِ جیلاں مرے لئے
- 62 **قطعہ** ..... چراغِ طیبہ کی روشنی میں جو ایک شب بھی گزار آئے
- 63 **منقبت** ..... ہمیشہ جوش پر بحرِ کرم ہے میرے خواجہ کا
- 66 **قطعہ** ..... علامتِ عشق کی آخر کو ظاہر ہو کے رہتی ہے
- 67 **نعت** ..... ان کے روضے پہ بہاروں کی وہ زیبائی ہے
- 69 **مدیح نبوی** ..... تم نقشِ تمنائے قلمدانِ رضا ہو
- 71 **قطعہ** ..... تیرے قدموں میں شجاعت نے قسم کھائی ہے
- 72 **ساقی نامہ** ..... اپنے مستوں کی بھی کچھ جھکو خبر ہے ساقی
- 74 **قطعہ** ..... آ بگینوں میں شہیدوں کا لہو بھرتے ہیں
- 75 **منقبت** ..... ہاتھ پکڑا ہے تو تا حشر نبھانا یا غوث
- 78 **منقبت** ..... پیار سے تم کو فرشتوں نے جگایا ہوگا
- 81 **قطعہ** ..... خون ہے یہ شہہ لولاک کے شہزادوں کا
- 82 **منقبت** ..... اس پہ کھل جائے ابھی تیغِ علی کا جوہر
- 83 **تاریخی شعر** .... مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
- 84 **تاریخی شعر** .... ان موتیوں کی تابشیں دنیا کو ہیں محیط
- 85 **سہرا** .... موسمِ گل ہے بہاروں کی نگہبانی ہے

## پیشوائی

اسے میری خوش بختی کہیے کہ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے شعری نتائج فکر کی ترتیب کا شرف میرے حصے میں آیا۔ اس امر سے کسے اختلاف ہو سکتا ہے کہ جان جاناں، مرکز عشق و محبت اور سرور عاشقاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز میں گلہائے عقیدت و محبت نچھاور کرنا زندگی کا عظیم الشان اعزاز ہے..... اور انہیں بکھرے ہوئے لعل و گہر کو پیش قیمت گلدستے کی شکل عطا کرنا بھی کسی طور کم نہیں..... کہ محبوب کی چوکھٹ سے وابستگی کے لمحات تو میسر آئے..... کیا عجب! بارگاہ ایزدی میں یہی چند لمحات میرے اعمال نامے کا پیش لفظ بن جائیں۔

قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بلاشبہ فطری شاعر تھے، لیکن آپ نے کبھی یہ خواہش نہ کی کہ کسی مشاعرے میں کلام سنا کر داد و تحسین حاصل کی جائے..... اور نہ ہی اپنے مجموعہ کلام کی اشاعت کا شوق ہی پیش نظر رہا۔ یہی وجہ ہے کہ زبان و بیان کی نزاکت، لطافت، اسلوب اور سحر بیانی پر کمال قدرت کے باوجود آپ نے کثرت سے کلام نہیں کہے..... مگر یہ بھی ایک روشن و تابندہ حقیقت ہے کہ جتنا کہا ہے، خوب کہا ہے، بہت خوب کہا ہے۔

اجازت ہو تو ایک پوشیدہ راز سے پردہ اٹھاؤں! اس مجموعہ کی ترتیب کے دوران والد گرامی علیہ الرحمہ کی لائبریری میں ورق گردانی کرتے ہوئے مجھے ایک منقبت کا مسودہ ملا، جو آپ ہی کی مخصوص انداز تحریر میں لکھا ہوا تھا۔ اشعار پڑھتے ہوئے جب مقطع دیکھا تو کسی اور کا تخلص موجود تھا، جسے قلم زد کیا گیا تھا۔ اخیر میں پھر آپ کے تخلص کے ساتھ دوسرا مقطع بھی موجود تھا۔ اس انکشاف کے بعد مجھے بعض احباب کی ان باتوں پر یقین ہو گیا کہ والد گرامی علیہ الرحمہ کبھی کبھی دوسروں کے لیے ان کے تخلص کے ساتھ کلام لکھ دیا کرتے تھے۔

اس حقیقت کے بعد اب یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ والد گرامی علیہ الرحمہ نے یقیناً لکھا تو اور بھی ہوگا، یہ اور بات ہے کہ بعض اپنے تخلص کے ساتھ اور بعض دوسروں کے..... حقیقت جو بھی ہو لیکن یہ کہنا واقعی حقیقت ہے کہ نعت جس کے لیے کہی ہے، اس عظیم الشان ذات گرامی تک دل کی کیفیات کا اظہار ہو گیا، یہی سب سے بڑا اعزاز ہے کہ آخرت کا سودا عمل کی بنیاد پر ہوگا تخلص کی بنیاد پر نہیں۔

پیش نگاہ مجموعہ میں بعض کلام تو اس قدر شہرت یافتہ ہیں کہ ہندو پاک سے شائع ہونے والے اکثر مجموعہ انتخاب میں اسے شامل اشاعت کیا گیا ہے، لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو پہلی بار منظر عام پر آ رہے ہیں۔

اپنی بساط بھر کوششوں کے بعد آپ کا جس قدر کلام میسر آیا شامل اشاعت کر دیا ہے۔ اب احباب کی کرم پروری سے کسی نئے کلام تک رسائی ہوئی، تو اسے آئندہ ایڈیشن میں شکریہ کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

میں شکر گزار ہوں جناب ڈاکٹر کرامت علی کرامت کا، جنہوں نے اپنی عدیم الفرصت زندگی سے چند قیمتی لمحات نکال کر والد گرامی علیہ الرحمہ کے اس مجموعہ پر اپنے وقیع خیالات سے نوازا۔

اسی طرح محبت اردو جناب ڈاکٹر شکیل مصباحی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی شاعری کے حوالے سے لکھا ہوا اپنا مضمون اس مجموعہ کی زینت بنانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

سر اپاسپاس ہوں حسان الہند حضرت بیکل اتساہی، پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برقی اور پروفیسر فاروق احمد صدیقی کا، جنہوں نے مختصر مگر جامع الفاظ میں قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں عقیدتوں کا خراج پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کیں۔

شاعر خوش فکر جناب عبدالمغنی جوہر بلیاوی کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی ناانصافی ہوگی کہ والد گرامی علیہ الرحمہ کے کئی کلام کا سراغ انہی کی وساطت سے لگا۔ اور شاعر خوش نوا جناب امان اللہ بلیاوی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے والد گرامی علیہ الرحمہ کے قلم سے لکھا ہوا ایک نایاب قطعہ مجھے عطا فرمایا۔ سر اپاسپاس ہوں اپنے دیرینہ کرم فرما

شاعر خوش بیاں جناب حافظ ایاز محمود صاحب کا، جن کے تعاون سے بنارس کے منعقدہ طرحی مشاعرہ میں والد صاحب کی پڑھی ہوئی نعت تک میری رسائی ممکن ہوئی اور مولانا ابرار قیصر اور نگ آبادی کے لیے بھی شکر کے الفاظ دل سے نکل رہے ہیں کہ ان کی تحویل میں والد گرامی علیہ الرحمہ کی لکھی ہوئی مشہور منقبت کے مکمل اشعار محفوظ ملے۔

اخیر میں اپنے محبت محترم علامہ قمر الحسن بستوی کا ممنون ہوں، جن کی علمی رفاقت نے کئی مرحلوں میں میری دستگیری کی۔

ندا یہ غیب سے آئی کہ صرف عشقِ رسول  
میں سوچتا تھا کہ مقصودِ زندگی کیا ہے

جائشین قائد اہل سنت

ڈاکٹر غلام زرقانی

۱۷ ستمبر ۲۰۰۵ء شب معراج ۱۴۲۵ھ ہجری

ہیوسٹن امریکہ

## پیش لفظ

الحاج پروفیسر کرامت علی کرامتؒ

ایک زندہ دل، طریقت آشنا، حقیقت شناس، معرفت پسند اور شریعت نواز عالم دین کا دوسرا نام علامہ ارشد القادری تھا۔ درس و تدریس سے لے کر قومی و ملی خدمات نیز تحریر و تقریر و مناظرہ تک ان کی شخصیت کا ہر پہلو

کرمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

کے مصداق انہیں بین الاقوامی سطح پر بلند پایہ اور بالغ نظر علمائے دین کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔ موصوف کی ان تھک سخی جمیلہ کا ثمرہ مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور دراصل ایک ایسے بقعہ تجلی کی شکل میں جلوہ فرما ہے، جو صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی رشد و ہدایت کا نور پھیلا رہا ہے۔ علامہ کا ایک الگ تھلگ فلسفہ تعلیم

بھی تھا جس کو وہ عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اسلام واحد مذہب ہے جو دنیا اور دین دونوں میں ایک توازن برقرار رکھنے کا متقاضی ہے۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے مدرسہ فیض العلوم میں پالی ٹیکنک (Polytechnic) اور کمپیوٹر (Computer) جیسے ہنر سکھانے کو بھی ضروری سمجھا تا کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء اقتصادی اعتبار سے خود کفیل بن سکیں۔ موصوف نے اپنے عرصہ حیات میں تو اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیابی حاصل نہیں کی، لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے لائق و فائق فرزندوں اور جانشینوں کی پر خلوص کوششوں سے ان کا مشن ایک نہ ایک روز کامیابی کی سرحدوں کو ضرور پار کر جائے گا۔

شہر آہن جمشید پور کا مسلم معاشرہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مسلمانوں کے اختلاط سے ایک الگ تھلگ ثقافتی منظر نامہ رکھتا ہے۔ اردو شعر و ادب کے لحاظ سے بھی اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے اعتبار سے بھی۔ چونکہ یہ شہر کلکتہ اور ممبئی جیسے بڑے شہروں کو جوڑنے والی ریلوے لائن پر واقع ہے، اس لیے یہاں شروع ہی سے بڑے بڑے شعراء تشریف لاتے رہے ہیں اور بڑے بڑے علمائے کرام بھی۔ خود اسی سرزمین سے بیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی میں مولانا ابو الفرح جیسے شعلہ بیاں مقرر ابھرے ہیں، جن کی تعریف میں نے اپنے والد مرحوم مولوی رحمت علی رحمت سے سنی تھی۔ مولانا ابو الفرح بیک نفس سات آٹھ گھنٹے تقریر کر سکتے تھے۔ بہر کیف مولانا ابو الفرح اپنے زمانے کے اتنے مشہور مقرر ہونے کے باوجود اب خود جمشید پور میں ان کا نام لیوا شاید کوئی نہیں۔ اگر ان کی کوئی تحریر و تصنیف محفوظ ہوتی تو شاید ابھی تک لوگ ان کو یاد کرتے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ ان کی معرکہ الآرا تصنیف ”زلزلہ“ نیز ان کا بناء کردہ ”مدرسہ فیض العلوم“ ان کو زندہ جاوید رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ جس طرح خدا بخش صاحب ”خدا بخش لاہوری“ کے احاطے میں اور سرسید احمد خاں ”مسلم یونیورسٹی“ کے علاقے میں مدفون ہیں، اسی طرح علامہ ارشد القادری بھی مدرسہ فیض العلوم سے متصل اپنی پسند کے ایک علاقے میں آرام فرما ہیں۔ جو شخص مدرسہ فیض العلوم کے قریب سے گزرے گا، علامہ پر فاتحہ پڑھے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اب علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب ان کے بکھرے ہوئے نعتیہ کلام کو یکجا کر کے کتابی شکل میں پیش کرنے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ ”زلزلہ“ اور ”مدرسہ فیض العلوم“ کے بعد یہ تیسری چیز ہوگی جو علامہ کو زندہ جاوید بنائے رکھے گی۔ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب اس لیے بھی قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے اپنے والد مرحوم کے بکھرے ہوئے کلام کو چھان پھٹک کر کے تدوین کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی سعادت مندی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ علامہ ارشد القادری کے اس صاف ستھرے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کلام کو جو بھی قاری بہ طور عقیدت پڑھے گا، اس عمل کا ثواب براہ راست علامہ ارشد القادری صاحب کو پہنچتا رہے گا۔ اس طرح ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب نے یہ کتاب مرتب کر کے مرحوم و مغفور کے لیے حسنت جاریہ کا سامان مہیا کیا ہے۔ اس لیے بھی موصوف کی یہ سعی جمیل لائق تحسین و ستائش ہے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی شخصیت کا ایک اور پہلو بھی ہے جو میری نظر میں نہایت قابل قدر ہے اور جس کا ذکر اب ضبط تحریر میں نہ لایا گیا تو شاید آئندہ نسل



اس پہلو سے واقف ہی نہ؛ وہ ہے ان کے مصلح قوم و ملت یعنی رفاہی (Reformer) ہونے کا پہلو۔ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اس مسلک سے سختی کے ساتھ کار بند تھے کہ مسلم معاشرے کا کوئی بھی طریقہ کسی غیر مسلم معاشرے کے کسی بھی طریقہ عمل سے مشابہ نہ ہو۔ اس سلسلے میں میں اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کر رہا ہوں۔ مجھے زندگی میں صرف ایک بار علامہ کو دیکھنے اور ان کی تقریر سننے کا موقع ملا۔ یہ آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے۔ دھتکلیڈ یہ کے قبرستان سے باہر ”شب برأت“ کے موقع پر ان کی تقریر تھی۔ اس زمانے میں شب برأت کے موقع پر سارے جمشید پور میں جشن چراغاں ہوا کرتا تھا اور آتش بازی کے ساتھ شب برأت منائی جاتی تھی۔ اس تقریر میں علامہ نے لوگوں کو سمجھایا کہ یہ غیر شرعی عمل اسلام میں حرام ہے اور شب برأت کو تسبیح و تہجد و تحلیل سے شب بیداری ہی میں گزارنا چاہئے۔ موصوف نے عورتوں کو بھی قبرستان کے اندر جانے سے سخت ممانعت کی۔ بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ علامہ ہی کی تقریر کا نتیجہ تھا کہ شب برأت کے موقع پر اب جمشید پور میں آتش بازی نہیں ہوتی اور عورتیں بھی قبرستان کے اندر نہیں جاتیں۔ ظاہر ہے کہ وقتاً فوقتاً مختلف واعظ حضرات انہیں باتوں کو دہراتے رہے ہیں، لیکن صرف ان واعظوں کی نصیحتوں کا عوام پر اثر پڑتا ہے جن کی باتوں میں خلوص ہو، جن کے قول و فعل میں تطابق ہو اور جو محض گفتار کا غازی نہ ہو، جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے:

اقبال بڑا اپدیشک ہے، من باتوں میں موہ لیتا ہے

گفتار کا یہ غازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا

اس اعتبار سے ہم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے کردار کا بہ نظر غائر مطالعہ

کرتے ہیں تو موصوف ایک مصلح قوم و ملت کی شکل میں ہمارے سامنے ابھرتے ہیں۔  
علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نعت گو ضرور تھے، لیکن انہیں ایک شاعر کہا جائے  
تو شاید ان کے ساتھ نا انصافی ہوگی، کیونکہ خود قرآن نے ان الفاظ میں شاعروں کی  
مذمت کی ہے:

﴿ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ ﴾

اس آیت سے تو صاف طور پر شعر گوئی کا عدم جواز نکلتا ہے۔ قرآن میں غالباً شعراء  
کی مذمت اس لیے کی گئی ہے کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور اپنے کلام میں عموماً  
غلو سے کام لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں کفار مکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت سے دنگ  
ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیتے تھے۔ مذکورہ آیت سے کفار مکہ کے اس  
الزام کی نفی ہوتی ہے۔ جو لوگ شعر گوئی کی حمایت کرتے ہیں وہ بخاری و مسلم سے ابی بن  
کعب رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ سرور کائنات نے فرمایا ”ان من  
الشعر حکمة“ (یعنی بعض شعر حکمت ہے)۔ لہذا سب شعر برے نہیں ہوتے  
بلکہ ان میں فائدے کے بھی شعر ہوتے ہیں۔ شعر گوئی کی حمایت میں کہا جاتا ہے:

در شرف شعر رسول خدا	گفت بے قول بمدح و ثنا
شعر کہ اصحاب نبی گفتہ اند	چوں درو یا قوت و گہر سفتہ اند
شعر علی گفت حسین و حسن	گفت انس گفت او یس قرن
شعر کہ حسان عرب گفتہ است	سید کونین پذیرفتہ است
منع ز اشعار نہ کردش نبی	نہی ازاں کار نہ کردش نبی
بلکہ برو کرد ہزار آفریں	سید کونین رسول امیں

صحابہ کرام میں سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ بہت بڑے نعت گو شاعر گزرے ہیں، جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت عزیز رکھا کرتے تھے۔ بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ممبر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص رکھتے تھے، جس پر کھڑے ہو کر وہ اشعار پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو، کیونکہ وہ ان پر تیر برسوں سے سخت تر ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی ہجو کر کے مسلمانوں کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

”قالت عائشہ رضی اللہ عنہا کان اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم يتناشدون عنده الا شعار وهو يتبسم“

( حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے اور آپ مسکراتے رہتے۔ )

دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اور شافعی نے عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کی نسبت فرمایا۔

”ھو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح“

( یعنی وہ کلام کہ اچھا اس میں سے اچھا ہے اور برا اس میں برا ہے )  
 اس کا مطلب یہ ہوا کہ شاعری کا ایک حصہ قابل تعریف ہے اور ایک حصہ قابل مذمت۔  
 نجم الدین رام پوری نے اپنی کتاب ”بحر الفصاحت“ میں امام غزالی کی تصنیف  
 ”احیاء العلوم“ کی منطقی بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی  
 ہے کہ ”شعر کہنا جائز بلکہ مسنون ہے مگر خلاف شرع اور واہیات مضامین باندھنا بالکل  
 منع ہے اور قطعاً ناجائز ہے۔“

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس قسم کا شعر کہنا جائز یا مسنون ہے؟ اور کس قسم کا  
 شعر کہنا ناجائز ہے؟..... ظاہر ہے کہ وہ قصیدہ جو عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف  
 میں لکھا گیا ہو یا اس کا تشبیب جو آگے چل کر ”بازناں گفتن“ کی شرط کو پورا کر کے  
 ”صنف غزل“ کی شکل میں نمودار ہوا ہو، وہ شاعری جس پر ہم جنسی اور مرد پرستی کے  
 غلبے کا شائبہ ہو، یا پھر وہ کلام جو سراسر رومانویت پر مبنی ہو..... ان تخلیقات کو شرعاً ناجائز  
 ہی قرار دیا جائے گا۔ صحابہ کرام کی وہ تخلیقات جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند  
 فرمایا اور جن کی مثالیں ہمارے سامنے اس وقت موجود ہیں، وہ صرف اللہ یا اس کے  
 رسول کی تعریف یا اسلامی احکام کی ترغیب پر مبنی ہیں۔ نعت و حمد سے ہٹ کر حضرت  
 حسان رضی اللہ عنہ کی جو شاعری ہوا کرتی تھی، وہ مقصدیت پر مبنی شاعری ہوا کرتی تھی۔  
 اس شاعری کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کا پرچم بلند ہو، اخلاقیات کو فروغ حاصل ہو اور تمام  
 انسانیت کی فلاح و بہبود ہو۔ بہ الفاظ دیگر اسلام اسی قسم کی شاعری کو روارکھتا ہے جو اپنے  
 اندر اعلیٰ نصب العین رکھتا ہو اور اعلیٰ انسانی اقدار سے وابستہ ہو۔ ورنہ فحاشی، ذہنی عیاشی،  
 تلذذ پرستی پر مبنی یا اپنی ذات میں ڈوب کر اور عملی زندگی سے آنکھیں موند کر تخلیق کی

جانے والی داخلی شاعری کا اسلام میں کوئی مقام نہیں۔ اس طرح کے شعر کہنے والوں پر ”والشعراء يتبعهم الغاوان“ کی آیت اب بھی صادق آتی ہے۔ بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے آغاز میں ایسے بہکے ہوئے شاعروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اعلیٰ نصب العین یا اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل شاعروں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے میری رائے میں ترقی پسندی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت پر مبنی شاعری کا جواز اسلامی لٹریچر میں کہیں نہیں ملتا۔

کہنے کی غرض یہ ہے کہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ان معنوں میں ”شاعر“ نہیں تھے، جن معنوں میں اس لفظ کو جاہلیت کے دور سے لے کر مابعد جدیدیت کی روشن خیالی کے دور تک کہا جاتا رہا ہے۔ علامہ موصوف صرف ”ناعت“ یعنی (نعت گو) تھے اور بس۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں کہے جانے والے کلام کو ”نعت“ اور اس نعت کے کہنے والے کو ”ناعت“ کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے سب سے بڑا ناعت خود باری تعالیٰ ہے، جس نے قرآن حکیم میں ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و برتری کا حق ادا کر دیا۔ اب اس کے آگے آپ کی عظمت بیان کرنے کے لیے کوئی انسان الفاظ کہاں سے لائے گا؟ سوائے اس کے کہ وہ بہ طور ”اقرار باللسان و اقرار بالقلب“ یہ کہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے اوائل میں اردو ادب میں نعت گوئی کو جو فروغ حاصل ہوا، جس کثرت سے نعتیہ مجموعے شائع ہو رہے ہیں اور فن نعت گوئی کو جس طرح درجہ اعتبار ملا ہے، اس کا سہرا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

رضی اللہ عنہ کے سر بندھتا ہے۔ موصوف نے حب رسول سے مملو جس قسم کے نعتیہ اشعار کہے، اس نے جدید ترین نعت گوئی کے لیے راہ ہموار کر دی۔ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے اپنی ذہنی اور جذباتی وابستگی کا اظہار اس شعر کے ذریعہ کیا ہے:

کرم کی ، رحم کی ، امداد کی ہے آس ارشد کو

خدا سے ، مصطفیٰ سے ، غوث سے ، احمد رضا خاں سے

تصوف کے خانقاہی سلسلے میں ”وسیے“ کی بڑی اہمیت ہے۔ جس طرح چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے، اسی طرح عرفان الہی کی تجلی بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی جاتی ہے۔ آپ اس سلسلے کی کسی بھی کڑی کو پکڑ لیجئے، یہ آپ کو اصل منبع عرفان و آگہی تک پہنچا دے گی۔ یہیں سے ہماری شاعری میں نعت کے پہلو بہ پہلو منقبت کی اہمیت مسلم ہوتی ہے۔ لہذا علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے غوث پاک، خواجہ غریب نواز اور حضرت مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہم پر بھی نہایت کامیاب منقبتیں کہی ہیں۔

صنف نعت گوئی (خصوصاً اردو کی نعت گوئی) اپنے دامن میں موضوعات کی بے پناہ رنگارنگی نیز وسعت و پہنائی رکھتی ہے۔ کہیں سرکارِ دو عالم کی سیرت پاک کا ذکر ہوتا ہے تو کہیں ان کے جمالِ حسنیٰ کا..... کہیں ان کے معجزوں کا ذکر ہوتا ہے تو کہیں ان کی حیات مبارکہ کے مختلف واقعات کو تلمیحات کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے..... کہیں آپ کو خوابوں میں دیکھنے کی تمنا کی جاتی ہے تو کہیں قبر و حشر میں دیدار کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے..... کہیں سیدھے سادے الفاظ میں جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کیا جاتا ہے تو کہیں تشبیہات و استعارات کی مدد سے ”حدیثِ خلوتیاں“ بیان

ہوتی ہے.....، لیکن علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی لکھی نعتوں کا مطالعہ کرنے پر نعت گوئی کے اتنے سارے پہلو ہمارے سامنے نہیں آتے۔ ان کے یہاں صرف ایک تڑپ، ایک کسک کا احساس ہوتا ہے جو ایک سچے عاشق کے دل میں دوری و مہجوری کی وجہ سے معرض وجود میں آتی ہے۔ ذیل کے اشعار میں جو اضطراری کیفیت، حزنِ نئے اور کربِ اظہارِ تمنا موج زن ہے، اس سے کون انکار کر سکتا ہے؟

بہر دیدارِ مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے  
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر دونوں عالم کے سرکار آجائے

چاہنے والے ہی دنیا میں رہیں خانہ خراب  
آپ اگر چاہیں تو یہ غم بھی گوارا ہو جائے

جہاں خاکی کے تیرہ بختو، تباہ کارو، خطا شعارو  
کچھ اس طرح جاؤ آبدیدہ کہ ان کی رحمت کو پیار آئے

نہ ہو گرداغِ عشقِ مصطفیٰ کی چاندنی دل میں  
غلامِ با وفا محشر میں پہچانا نہ جائے گا

کبھی وہ سحر بھی آتی کہ چراغ بجھتے بجھتے  
ترے سنگِ در پہ بنا مرے غم کا آشیانہ

مری آہِ نار سا پر رہی طعنہ زن یہ دنیا  
 مرے دردِ دل کا عالم نہ سمجھ سکا زمانہ  
 غمِ عاشقی میں ارشدِ یہی زندگی کا حاصل  
 کبھی آہِ صبحِ گاہی کبھی گریہِ شبانہ

یہ غمِ عاشقی کوئی معمولی غمِ عاشقی نہیں ہے، بلکہ دینِ عاشقی کا ایک  
 جزوِ لاینفک ہے جو تمام عشقِ دنیوی و مجازی سے عظیم تر ہے۔ لہذا فرماتے ہیں:

ترے غم سے زندگی ہے تری یادِ بندگی ہے  
 کہ ہے دینِ عاشقی میں یہ نماز پنج گانہ

اسی خیال کو ایک اور شاعر نے یوں قلم بند کیا ہے:

اشک بہا کر کروں، تیری یہاں جستجو  
 ہو یہی میری نماز، ہو یہی میرا وضو

ہر نعت گو شاعر کو مدینے کی سرزمین سے جذباتی لگاؤ ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ  
 یہاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس ہے اور اس لیے بھی کہ یہی وہ سرزمین  
 ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دس گیارہ سال کے اندر اسلامی  
 معاشرے کے سارے اصول و ضوابط مرتب ہوئے، یعنی اسلام کی روشنی یہیں سے  
 پھوٹی اور سارے جہاں پر چھا گئی۔ لہذا علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اپنے ایک قطعہ  
 میں فرماتے ہیں:



مدینے میں دل کا نشاں چھوڑ آئے  
 فضاؤں میں آہ و فغاں چھوڑ آئے  
 جدھر سے بھی گزرے جہاں سے بھی گزرے  
 محبت کی اک داستاں چھوڑ آئے

اسی طرح ایک اور قطعہ میں فرماتے ہیں:

چراغِ طیبہ کی روشنی میں جو ایک شب بھی گزار آئے  
 وہ دل کو روشن بنا کے اٹھے وہ اپنی قسمت سنوار آئے  
 کچھ ایسی پی ہے شرابِ الفت وہیں کھڑے ہیں خبر نہیں ہے  
 نہ در ہوا بند مے کدے کا نہ ہوش میں بادہ خوار آئے

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے ذیل کے نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیے، جن میں  
 گنبد خضرا اور سرزمین طیبہ سے شاعر کے بے پناہ جذباتی لگاؤ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ٹوٹ جائے غم و کلفت کی چٹانوں کا غرور  
 سبز گنبد سے اگر دل کی صدا ٹکرائے

ان کے روضے پہ بہاروں کی وہ زیبائی ہے  
 جیسے فردوس پہ فردوس اتر آئی ہے

علامہ موصوف نے اپنی ایک نعت کے آٹھ اشعار میں

مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

پر گرہ لگائی ہے، لیکن ہر شعر اپنے اندر ایک ”کیفیت جداگانہ“ لیے ہوئے ہے۔ مثلاً  
ذیل کے دو شعر ملاحظہ فرمائیے:

یہ مانا خلد بھی ہے دل بہلنے کی جگہ لیکن

”مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا“

جو آنا ہے تو خود آئے اجل عمر ابد لے کر

”مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا“

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ”ساقی نامہ“ کے عنوان سے ایک نظم بھی لکھی

ہے۔ اردو کے اساتذہ ”ساقی نامہ“ عموماً مثنوی کی شکل میں لکھتے ہیں، لیکن علامہ کی نظم

”ساقی نامہ“ مسدس کی شکل میں ہے۔ یہاں ساقی سے شاعر کی مراد ”ساقی کوثر“ ہے۔

اس طرح یہ نظم نئے انداز کی ایک نعتیہ نظم ہے۔

اسلام میں لفظ ”نور“ ایک ایسی اصطلاح ہے جو ما بعد الطبعی اور روحانی کیفیات

سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اپنے اندر معنویت کی ایک وسیع کائنات پوشیدہ رکھتی

ہے۔ سورہ نور کی ایک چھوٹی سی آیت ہے:

﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط﴾

جس کا سیدھا ترجمہ ہوتا ہے ”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے“۔ اس آیت کے الفاظ

اتنے صاف ستھرے ہیں کہ کسی قسم کی پیچیدگی کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ لیکن مختلف ترجمہ نگاروں نے اس کا مختلف انداز سے ترجمہ کیا ہے۔ بہتوں نے تو اسی طرح ترجمہ کیا ہے جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے۔ لیکن بعض حضرات نے لکھا ہے: ”آسمانوں اور زمین کا نور اللہ سے ہے“۔ بعض دیگر حضرات نے لکھا ہے ”اللہ نور دینے والے ہیں آسمانوں اور زمین کو“۔ اس سلسلے میں میری جستجو جاری رہی ہے کہ ایک جملے کے الگ الگ متضاد ترجمے کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو لوگ دوسری قسم کے ترجمے کو صحیح باور کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کی رو سے دونوں طرح کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ اس جواز پر اظہار رائے کرنے کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ لیکن کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ قرآن حکیم کا اسلوب ہی اس قدر ایجاز و اختصار پر مبنی ہے کہ اس کے چند الفاظ کے اندر کئی جہان معنی آباد ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس زبان میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے، اس کی اپنی مجبوری بھی ہوتی ہے۔ مثلاً انگریزی میں ”نور“ کے مساوی کوئی لفظ ہے ہی نہیں Marmaduke Pickthall نے مذکورہ آیت کا یوں ترجمہ کیا ہے:

"Allah is the light of the heaven and earth."

لیکن ”نور“ کا ترجمہ ”light“ نہیں ہے، کیونکہ نور کا تعلق روحانیت سے

ہے، جو غیر مرنی ہے، جب کہ ”light“ کا تعلق اسی مادی اور مرنی کائنات سے ہے۔

”light“ کا ذکر آتے ہی ذہن فوٹن (Photon) اور برقی مقناطیسی لہر

(Electro - Magnatic Waves) کی طرف جاتا ہے۔ لیکن ”نور“ اس قسم کے

تصورات سے مبرا ہے۔ ”light“ اور ”نور“ میں سب سے اہم فرق یہ ہے کہ

”light“ ایک ایسی توانائی (Energy) کا نام ہے جو مادہ (Matter) میں تبدیل ہو

سکتی ہے اور پھر یہ مادہ بھی تو انائی میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ لیکن ”نور“ اس روحانی کیفیت کا نام ہے جو کبھی مرئی شکل اختیار نہیں کر سکتی۔ جماعت اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ نے اپنے نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا اور اس نور سے سارے جہاں کے انوار پیدا کئے گئے۔ تصوف میں نور کی بڑی اہمیت ہے۔ راہ سلوک میں جب مرید اپنے شیخ کی رہنمائی میں مجاہدہ اور تزکیہ نفس کے بعد عبادت و ریاضت کے ایک مخصوص مرحلے تک پہنچتا ہے، تو اس کے سامنے مختلف رنگوں کے انوار کے درتپے وا ہونے لگتے ہیں اور وہ شخص اپنے شیخ کی مدد سے ان رنگوں کی شناخت کرنے لگتا ہے کہ آخر کون سا ”نور“ فرشتے کا ہے، کون سا ”نور“ شیطان کا ہے، کون سا ”نور“ رسول کا ہے اور کون سا ”نور“ اللہ کا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ ”اللہ کا نور“ دیکھنے کی حالت آجائے تو سالک ”مجبوب“ بن جاتا ہے۔ بہر کیف میدان تصوف میں یہ سب راز و نیاز کی باتیں ہیں، جو شیخ اور مرید کے درمیان محدود رہتی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی یہ چیزیں اسمگل (Smuggle) ہو کر ہم جیسے عام آدمیوں کے پاس بھی پہنچ جاتی ہیں۔ غرض کہ ایک مرد عارف کو مشق و مزاولت اور مجاہدہ و مراقبہ کے بعد رسول کے نور کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اب آئیے، اس رسول کے نور کے بارے میں ہمارے مختلف بزرگان دین نعت کی شکل میں کیا کہتے ہیں؟ اس پر ایک نظر ڈالیں:

۱۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں؛

وَ اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتْ الْاَلَمُ  
رُضٌ وَ ضَاءٌ ثَبْنُورِكَ الْاَفْقُ

ترجمہ: اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور افق آپ کے نور سے روشن ہو گیا  
۲۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَكُنَّا بِمِرَاةٍ نَرَى النُّورَ وَالْهُدَى  
صَبَاحًا مَسَاءً أَوْ رَاحَ فِينَا أَوْ اغْتَدَى

ترجمہ: اور جب ہم ان کو دیکھتے تو نور و ہدایت کو دیکھتے، صبح اور شام جب وہ ہم میں  
چلتے پھرتے یا صبح کو (گھر سے) نکلتے۔

۳۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ وَجَّهَهُ شَمْسُ الضُّحَى مِنْ ذَاتِهِ بَدْرُ الدُّجَى  
مَنْ ذَاتَهُ نُورُ الْهُدَى مِنْ كَفِّهِ بَحْرُ الْهِمَمِ

ترجمہ: وہ جن کا چہرہ مہر نیم روز ہے اور جن کا رخسار ماہ کامل ہے۔ جن کی ذات نور  
ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت کا سمندر۔

۴۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے از شعاعِ روئے تو خورشیدِ تاباں را ضیا  
آنی کہ ہستی را شرفِ بالا تر از عرشِ علا  
گرچہ بہ صورتِ آمدی بعد از ہمہ پیغمبراں  
اما بہ معنی بودہ سرحیلِ جملہ انبیا

۵۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سید و سرور محمد نورِ جاں      بہتر و مہتر شفیعِ مذنباں  
 با محمد نورِ عشقِ پاک جفت      بہر عشقِ پاک را لولاکِ گفت  
 گرنہ بودے بہر عشقِ پاک را      کے وجودے دادے افلاک را

مندرجہ بالا بزرگان دین کے خیالات و جذبات سے متاثر ہو کر حضرت حسن

رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس چہرہ پر نور کی وہ بھیک تھی جس نے  
 مہر و مہ و انجم کو پر انوار بنایا

اور پھر امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نور کی وضاحت ان الفاظ میں

کرتے ہیں:

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا  
 سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

چونکہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بھی ان اکابرین سے متاثر ہیں، اس لیے

فرماتے ہیں:

جمالِ نور کی محفل سے پروانہ نہ جائے گا  
 ”مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا“

وہ نورِ اول، سراپا رحمت، عطا کے پیکر، خدا کی نعمت  
 وہ مونس و غم گسار بنکر، دکھی دلوں کے قرار آئے

نورِ اول تو نورِ ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے، لیکن یہاں نورِ اول سے مراد تمام مخلوقات  
 کے اندر سب سے پہلا نور یعنی نورِ محمدی ہے۔

ایک سچا عاشقِ رسول وہ ہے جس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ جس وقت ”دم واپس  
 برسرِ راہ“ ہو تو اس وقت نورِ محمدی کا جلوہ پیش نظر ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم اس کی  
 تاریک لحد نورِ محمدی سے منور ہو جائے۔ اس پس منظر میں جہاں علامہ ارشد القادری علیہ  
 الرحمہ بڑے والہانہ اور از خود رنگی کے عالم میں کہتے ہیں:

اے خوشا بخت کہ جب موت کی ہچکی آئے

نور والے ترے جلوؤں کا نظارا ہو جائے

وہیں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ بڑے لطیف انداز میں ربودگی

کی کیفیت سے سرشار ہو کر کہتے ہیں:

لحد میں عشقِ رخِ شہہ کا داغ لے کے چلے

اندھیری رات سنی تھی، چراغ لے کے چلے

غالبا اسی خیال سے متاثر ہو کر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے بھی حضرت مفتی

اعظم ہند علیہ الرحمہ کی منقبت میں یہ کہا ہے:

قبر بھی منزلِ عشاقِ نبی ہے یارو

کہ وہیں چہرہ زیبا کا نظارا ہوگا

شمعِ عشقِ رخِ شہہ ساتھ گئی ہے جب تو

روز و شب مرقدِ نوری میں اجالا ہوگا

اور جب میں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے ذیل کے منقبت کے اشعار

پڑھتا ہوں (جو انہوں نے غوث الاعظم کے لیے لکھے ہیں) :

مرہم ہو یا کہ نشترِ غم سب ہے خوش گوار

جب تم ہی خود ہو درد کا درماں مرے لیے

داغِ دلِ غریب ہے ہم رنگِ لالہ زار

ہے شامِ آرزو کا چراغاں مرے لیے

تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ایک اچھے غزل گو شاعر ہو سکتے

تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بال بال بچا لیا اور وہ اچھے شاعر ہونے کے بجائے ایک

اچھے ”ناعت“ بن گئے۔

علامہ کے نعتیہ کلام کی وہ خصوصیت جو مجھے سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے، وہ

یہ کہ اس میں تصنع زدہ رنگ آمیزی کا شائبہ تک نہیں گزرتا۔ اس میں وہ عشق نہیں جو محض

رکھاوے کا ہو، وہ تڑپ نہیں جو دل کی گہرائیوں سے نہ نکلی ہو۔ موصوف کی نعتوں کا

سرمایہ کمیت و مقدار کے اعتبار سے بہت کم سہی، لیکن کیفیت و اثر آفرینی کے لحاظ سے کئی

بھاری بھر کم دیوانوں پر بھاری ہے۔ ان کا اسلوب نہایت صاف ستھرا، عام فہم اور

چبھتا ہوا ہے۔ ان کا نعتیہ کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک اور صورتِ

انور کا محض بیانیہ اظہار نہیں، بلکہ خالص عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ نیز

وارداتِ قلبی پر مبنی وجدانی اور انجذابی کیفیت کا ایک ایسا انوکھا نمونہ پیش کرتا ہے جو



ہمارے ادب میں خال خال ہی نظر آتا ہے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو! زندگی بھر عشقِ سرکارِ  
 دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرب و درد و اضطراب کی کیفیت کو سینے سے چمٹائے ہوئے  
 نہ جانے وہ کہاں کہاں پھرتے رہے ہیں!

عرب سے بغداد کی زمیں تک، نجف سے اجمیر کی گلی تک  
 ہزار ناموں سے ان کو ارشد کہاں کہاں ہم پکار آئے

کرامت علی کرامت

کٹک

۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء

i

## علامہ ارشد القادری کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ایک تبحر عالم دین، مایہ ناز خطیب، بے مثل مناظر و متکلم، بلند پایہ ناقد، مستند ادیب، دیدہ ور محقق، صاحب طرز انشاء پرداز، دقیق النظر مدبر و منتظم، عدیم المثال مفکر، عظیم دانشور اور باشعور قائد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند خیال اور خوش فکر و خوش گو شاعر بھی تھے۔

مجھے علم نہیں ہے کہ ان کا کوئی شعری مجموعہ زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے یا نہیں، لیکن ان کی چند نعتیں جو اس وقت میرے پیش نظر ہیں، ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں..... ان کا دل عشق رسول کی جلوہ گاہ ہے..... وہ سچے عاشق رسول ہیں..... ان کی شاعری کا مرکز و محور سرور کونین کی ذات ستودہ صفات

ہے..... اور جب محبوب کائنات کا جذبہ عشق و محبت دل کے سوز و گداز کے ساتھ لفظوں کے پیکر میں ڈھلتا ہے، تو نعت کے پر کیف و پراثر اشعار پڑھنے اور سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔

نعت پاک میں فنی تیور کے ساتھ شرعی نزاکتوں اور قدروں کا برتنا آسان نہیں۔ اس منزل سے سلامتی کے ساتھ وہی گزر سکتا ہے جو فن پر پوری قدرت رکھنے کے ساتھ شرعی اسرار و رموز سے کما حقہ آشنا ہو۔ اور بجمہ تعالیٰ موصوف میں یہ دونوں وصف بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام افراط و تفریط سے پاک اور فنی اوصاف و محاسن کا آئینہ دار ہے۔ دل کے بے پناہ سوز و گداز کے ساتھ آقا کی بارگاہ بیکس پناہ میں التجا کا یہ حسرت انگیز والہانہ انداز ملاحظہ فرمائیں۔

صبح کا وقت ہے آقا میری جھولی بھر دو

کٹ گئی رات یوں ہی دست طلب پھیلائے

سرور کائنات کے ایک سچے غلام کا یہ پر شکوہ تیور اور پر وقار و پراعتماد لب و لہجہ

ملاحظہ فرمائیں۔

ٹوٹ جائے غم و کلفت کی چٹانوں کا غرور

سبز گنبد سے اگر دل کی صدا ٹکرائے

آقا کے مقدس دیار میں موت کی تمنا ہر مرد مومن کے دل کی تڑپتی ہوئی آرزوؤں کا نقطہ

عروج ہے کہ وہاں پہنچ کر موت کو لبیک کہنا سعادت دارین کی حصولیابی کا معتمد وسیلہ اور

بیقرار و مضطرب دل کی تسکین کا معتبر ذریعہ ہے۔

علامہ ارشد القادری کس پرسکون و پر اشتیاق لہجہ میں ارشاد فرماتے ہیں؛

آگے والی بطحا کی اماں میں ارشد

کہدو آنا ہے تو اب پیک اجل آجائے

”دونوں عالم کے سرکار آجائے“ ایک نعت پاک کی ردیف ہے، جس کا ہر شعر

ایک وجدانی کیفیت کا حامل ہے۔ کیف و اثر میں ڈوبا ہوا، ایمان و اذعان کی جوت سے

درخشندہ و تابندہ مطلع میں شوق دیدار کا یہ پر کیف محاکاتی رنگ ملاحظہ ہو؛

بہر دیدار مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے

چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر دونوں عالم کے سرکار آجائے

حسرت و یاس اور درد مندانہ التجا کا یہ خیر مقدمی رنگ و آہنگ دیکھئے؛

شام امید کا اب سویرا ہوا سوائے طیبہ نگاہوں کا ڈیرا ہوا

بچھ گئے راہ میں فرش قلب و جگر دونوں عالم کے سرکار آجائے

مناظرانہ و متکلمانہ پس منظر میں فکر و اعتقاد کے رخ سے ٹھوکر کھانے

والوں کے ریب و شک دور کرنے اور حقیقت مستورہ ظاہر کر کے منکرین کی تردید

و تکذیب اور اصلاح فکر و نظر کے لیے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

درخواست، ایک التجا ملاحظہ ہو؛

جلوہ گر سامنے پیکرِ نور ہو منکروں کا بھی سرکار شک دور ہو  
کر کے تبدیل اک دن لباس بشر دونوں عالم کے سرکار آجائے

بیمار عشق کا آخری وقت ہے۔ چراغِ زندگی گل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔  
ایسے نازک وقت میں ایک عاشق زارا اپنے محبوب کے رخِ زیبا کی زیارت کا تمنائی ہے  
اور بڑی حسرتوں اور تمنائوں کے ساتھ عرض کر رہا ہے۔

آخری وقت ہے ایک بیمار کا دل دھڑکنے لگا شوق دیدار کا  
بجھ نہ جائے کہیں یہ چراغِ سحر دونوں عالم کے سرکار آجائے

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں ”دل دھڑکنے لگا شوق دیدار کا“ کا ٹکڑا کتنا بلیغ، کتنا  
خوبصورت اور کتنا آفریں ہے، اہل ذوق سے مخفی نہیں!

گورِ غریباں کی شام ہے..... لامتناہی سکوت ہے..... تنہائی کا عالم ہے..... سوال  
و جواب کا سخت ترین مرحلہ ہے۔ ایسے وحشت انگیز، خطرناک اور ہیبت آگیں ماحول  
میں قبر کی آغوش میں لیٹا ہوا ایک کفن پوش اپنے محسن و نغمگسار، رحمت والے آقا کو حسرت  
بھرے لہجے میں پکار رہا ہے کہ سرکار تشریف لائیں، کرم فرمائیں اور اپنے چاہنے والے  
کی وحشت و کلفت کو دور فرمائیں، اس کی مشکل آسان فرمائیں، ابدی راحتوں اور سرمدی  
نعمتوں سے نوازیں۔ بڑا ہی رقت انگیز اور پراثر ہے نعت پاک کا مقطع؛

شامِ غربت ہے اور شہرِ خاموش ہے ایک ارشد اکیلا کفن پوش ہے  
خوف کی ہے گھڑی وقت ہے پر خطر دونوں عالم کے سرکار آجائے

کسی مصرع پر تضمین آسان نہیں۔ اس میں مشق و ممارست کے ساتھ ساتھ انتہائی غور و فکر اور مصرعہ ثانی سے گہرا معنوی ربط پیدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ مصرعہ اولیٰ مصرعہ ثانی سے بے ربط اور بے میل نہ ہونے پائے۔ کسی شاعر کے لیے تضمین کا صرف ایک کامیاب شعر کہنا مشکل ہوتا ہے، تضمین کے متعدد کامیاب شعر کہنا تو بہت دور کی بات ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ”شمع جمال مصطفائی“ کے عنوان سے بائیس تضمین کے اشعار کہے ہیں۔ تضمین کا ہر شعر اپنی جگہ انتہائی موزوں، بر محل، خوبصورت اور قابل تعریف ہے۔ کس کس انداز سے مضمون آفرینی کی ہے اور تضمین کا حق ادا کیا ہے! یہ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مجھ کو شبِ غم ڈرا رہی ہے اے شمعِ جمالِ مصطفائی  
 آنکھوں میں چمک کے دل میں آجا اے شمعِ جمالِ مصطفائی  
 چمکادے نصیبِ بد نصیبیاں اے شمعِ جمالِ مصطفائی  
 تاریک ہے راتِ غمزدوں کی اے شمعِ جمالِ مصطفائی  
 تاریکی گور سے بچانا اے شمعِ جمالِ مصطفائی  
 ہم تیرہ دلوں پہ بھی کرم کر اے شمعِ جمالِ مصطفائی  
 تقدیر چمک اٹھے رضا کی اے شمعِ جمالِ مصطفائی

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے بھی فاضل بریلوی کے تتبع میں اپنی ایک نعت پاک میں تضمین کے متعدد شعر کہے ہیں اور تضمین کا پورا پورا حق ادا فرمایا ہے۔ تضمین کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں اور علامہ کی فکری بالیدگی، تخیل کی پاکیزگی اور قادر الکلامی کی داد دیں۔

جمالِ نور کی محفل سے پروانہ نہ جائے گا  
 مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا  
 بڑی مشکل سے آیا ہے پلٹ کر اپنے مرکز پر  
 مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا  
 یہ مانا خلد بھی ہے دل بہلنے کی جگہ لیکن  
 مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا  
 جو آنا ہے تو خود آئے اجل عمر ابد لے کر  
 مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا  
 فرازِ عرش سے اب کون اترے فرشِ گیتی پر  
 مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا  
 دو عالم کی امیدوں سے کہو مایوس ہو جائیں  
 مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

اب آئیے تضمین کے اشعار کے علاوہ اس نعت کے چند دوسرے

اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

نہ ہو گر داغِ عشقِ مصطفیٰ کی چاندنی دل میں

غلامِ باوفا محشر میں پہچانا نہ جائے گا

میدانِ حشر میں جس کے دل میں داغِ مصطفیٰ کا اجالا ہوگا وہ بہ آسانی ان

کے وفادار غلام کی حیثیت سے پہچان لیا جائے گا اور جس کی شناخت اس روشن علامت

کے ذریعہ ہوگی، اسے ہر طرح کی آسائشیں، راحتیں اور نعمتیں نصیب ہوں گی.....

سرکار کے دامنِ کرم کا خنک سایہ اسے نصیب ہوگا۔ ایک غلامِ باوفا کی اس سے بڑھ کر

فیروز مندی و خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔

مصرعہ اولیٰ میں ”دل میں داغِ مصطفیٰ کی چاندنی کا ہونا“ بڑا پاکیزہ تخیل

اور بڑا ہی پیارا، لطیف اور کیفیت سے بھرا ہوا اسلوب بیان ہے۔ چاندنی جو خنک اور

خوشگوار کیفیت کی حامل ہوتی ہے، اس بات کا استعارہ ہے کہ داغِ مصطفیٰ کی سوزش ایک

عاشق کے لیے چاندنی کی طرح خنک، خوشگوار اور نشاط آفریں ہوتی ہے۔

حبیبِ کبریا کی عظمتوں سے منحرف ہو کر

یہ دعوائے مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا

بلاشبہ جو عظمتِ مصطفیٰ کا منکر ہوگا، استخفافِ شانِ رسالت کا مرتکب

ہوگا، ہزار دعوائے مسلمانی کرے، اس کا ایمان و اسلام قطعاً معتبر نہ ہوگا۔ اعتراف



عظمت مصطفیٰ تو ایمان کا نشان اور اسلام کی پہچان ہے۔ ایمان و اعتقاد کے باب میں یہ شعر جلی حروف میں لکھنے کے لائق ہے۔

میرے سرکار آ کر نقش کر دو اب کفِ پا کو  
دلِ بیمار کا رہ رہ کے گھبرانا نہ جائے گا

کیا تمنا ہے..... کیا آرزو ہے..... کیا پر سوز التجا ہے! سرکار اپنے قدم ناز سے دل بیمار کو مس فرمادیں، دل کی بیماری ختم ہو جائے گی، گھبراہٹ دور ہو جائے گی، دل کو آرام و سکون مل جائے گا۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ نے بڑی حسرتوں کے ساتھ فرمایا تھا۔

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدہ تر پر  
کرم کریں وہ نشان قدم تو پتھر پر

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اس شعر میں ”نقش کر دو“ کا جملہ استعمال فرما کر بڑی تہہ داری اور معنویت پیدا کر دی ہے۔ نقش جہاں ”نشان“ اور ”مہر“ کے معنی میں آتا ہے، وہیں ”تعویذ“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور ایک بیمار محبت کے لیے محبوب کے نقش کفِ پا کا ارتسام، پیغام صحت و سلامتی ہے۔ گویا یہ ایک شفا بخش تعویذ ہے، جس سے مریض محبت کے بیقرار دل کو سکون و قرار میسر ہوتا ہے۔

پہنچ جائے گا ان کا نام لے کر خلد میں ارشد  
تہی دامن سہی نازِ غلامانہ نہ جائے گا

اذعان و یقین کی اس کیفیت پر قربان جائیے..... نبی کا نام لیوا ہے۔..... آقا کے در کا غلام ہے..... دل کو اعتماد کامل ہے کہ اس در کی غلامی کی نسبت خلد بریں کی ضمانت ہے۔ اپنے اعمال کی کم مائیگی کا احساس بھی ہے۔ مگر ناز غلامانہ حوصلہ بڑھا رہا ہے۔ مچل مچل کر یقین دلا رہا ہے کہ غلامان مصطفیٰ ہی کے لیے خلد بریں کی ساری نعمتیں اور بشارتیں ہیں۔ ”ناز غلامانہ“ کے والہانہ پن کا جواب نہیں، فکر و خیال کی اس رفعت و عظمت اور طرز ادا کی اس جدت و ندرت پر دنیائے شاعری جس قدر بھی ناز کرے کم ہے۔

جس سے تم روٹھو وہ برگشتہ دنیا ہو جائے

تم جسے چاہو وہ قطرہ ہو تو دریا ہو جائے

یقیناً سرکار دو جہاں، محبوب کون و مکاں جس سے روٹھ جائیں، اس کی دنیا تاریک ہو جائے..... زندگی عذاب بن جائے..... اور وہ خود دنیا سے برگشتہ و بیزار ہو جائے۔ اور سرکار جسے نواز دیں، نظر لطف و عنایت فرمادیں، اس کی زندگی سنور جائے..... نکھر جائے..... وہ ایک قطرہ بے مایہ ہو تو دریا کی وسعت و گہرائی پا جائے..... ذرہ حقیر ہو تو گردوں صفات بن جائے، رشک مہر و ماہ ہو جائے۔

عالم شوق میں رکھ دوں تو جبیں پھر نہ اٹھے

ان کی دہلیز پہ ایسا کوئی سجدہ ہو جائے

وارفتگی شوق میں بارگاہ محبوب کی دہلیز پر جبیں عقیدت و محبت اس طرح خم کردوں

کہ جبیں شوق و نیاز پھر کبھی اٹھ نہ سکے..... عاشق اپنے محبوب کے در سے کبھی جدا نہ ہو سکے..... بڑا عاشقانہ و جاں نثارانہ رنگ ہے اس شعر میں!

اسے خوشا وقت کہ جب موت کی ہچکی آئے  
نور والے ترے جلوؤں کا نظارا ہو جائے

یہ مرد مؤمن کے دل کی آخری تمنا ہوتی ہے کہ دم آخر سرکار کے جلوؤں کی زیارت ہو جائے تو ہر مشکل آسان ہو جائے..... اذیت راحت میں بدل جائے..... اے کاش ہر عاشق رسول کی یہ تمنا رنگ قبولیت اختیار کر لے۔

کیوں نہ کونین سے منہ پھیر لے وہ دیوانہ  
تیرا غم جس کے مقدر کا ستارہ ہو جائے

حقیقت بھی یہی ہے کہ غم محبوب کی بے بہاد دولت جسے میسر ہو جائے..... غم عشق مصطفیٰ جس کی زیست کا سہارا بن جائے، پھر اسے کسی دوسری شئی کی طلب کیا ہو..... کسی دوسرے سہارے کی ضرورت کیا ہو..... عشق مصطفیٰ کی سرمستی و سرشاری اسے کونین کی ہر شئی سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔

دیکھئے ڈوب نہ جائے یہ بیچارہ ارشد

اب تو سرکار مدینے سے اشارہ ہو جائے

ایک ارشد فریاد و استمداد کے انداز میں اپنی ذات کے حوالے سے پوری امت مسلمہ کی ترجمانی کر رہا ہے۔ رنج و غم اور آلام و مصائب کا تلاطم برپا ہے..... قوم مسلم

کی کشتی بلاخیز موجوں کی زد میں ہے..... ڈوب جانے کا ڈر ہے..... تند و تیز موجوں سے ٹکرانے کی سکت باقی نہیں، سرکار ایسے نازک وقت میں دستگیری فرمائیں..... امت کی کشتی کی نگہبانی فرمائیں..... اور طوفان بلا کی ہولناکیوں سے بچا لیں۔ بڑی پرورد خدا اور کر بناک التجا ہے۔ بارگاہ بیکس پناہ میں ایمانی ذوق و وجدان اور یقین و اذعان گواہی دے رہے ہیں کہ:

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں

ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

اور جب سرکار اپنے امتی کی فریاد سماعت فرمائیں گے تو مصطفیٰ جانِ رحمت ضرور دستِ کرم بڑھائیں گے..... دادِ رسی فرمائیں گے..... امت کے غم کا مداوا فرمائیں گے۔

ان کے روضے پہ بہاروں کی وہ رعنائی ہے

جیسے فردوس پہ فردوس اتر آئی ہے

محبوبِ کردگار کے روضہ پاک پر بہاروں کی وہ رعنائی اور زیبائی ہے، جس پر خود بہارِ خلد بھی قربان اور فریفتہ ہے۔ روضہ پاک کی اس دل آرا بہشت پر، بہارِ بہشتِ خلد بھی نثار ہے۔ اس لیے کہنے دیا جائے کہ ”فردوس پہ فردوس اتر آئی ہے“ سے روضہ پاک کی بہاروں کی افضلیت و اہمیت بہت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

پاؤں چھو جائے تو پتھر کا جگر موم کرے

ہاتھ لگ جائے تو شرمندہ مسیحائی ہے

تلمیحات کے پیرائے میں اختیار نبوت اور اعجاز نبوت کا خوبصورت اظہار ہے۔

جانے کیوں عرش کی قندیل بجھی جاتی ہے

ان کے جلوؤں میں نظر جب سے نہا آئی ہے

تجاہل عارفانہ کا خوبصورت انداز اور جلوہ مصطفیٰ کی نورانی عظمتوں کا

پر کیف اظہار ہے۔

مل گئی ہے سرِ بالیں جو قدم کی آہٹ

روح جاتی ہوئی شرما کے پلٹ آئی ہے

محبوب کے قدموں کی آہٹ مرنے والے عاشق صادق کے لیے زندگی کا

پیغام ہوتی ہے..... جینے کی بشارت ہوتی ہے..... محبوب کی زیارت یا اس کی آمد کی

خبر تن مردہ میں زندگی کی برقی لہر دوڑا دیتی ہے..... قدم ناز کی مسیحا سے جاتی ہوئی

روح شرما کر پلٹ آتی ہے..... محبوب سے محبت صادق کا یہ جذباتی اور روحانی لگاؤ بڑی

کیفیتوں کا حامل ہے۔

سر پہ سر کیوں نہ جھکیں ان کے قدم پر ارشد

اک غلامی ہے تو کونین کی آقائی ہے

سرور کونین کے قدم مبارک پر سر عقیدت خم کر دینا اور آقائے نامدار کا طوق غلامی

گلے کی زینت بنالینا، سب سے بڑی دارائی ہے۔ آقا کا غلام حکم ایزدی سے کائنات پر

حکومت کرتا ہے..... پوری دنیا اس کے قدموں پر سر جھکاتی ہے... قربان ہوتی ہے۔

جو محبوب کردگار کا با وفا غلام ہوگا، دنیا اس کے زیر نگیں ہوگی..... عظمت مصطفیٰ کو آشکار کرنے والا یہ ایمان افروز شعر حرز جاں بنالینے کے لائق ہے۔ کاش یہ مصرعہ ہر مسلمان کے دل و دماغ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نقش ہو جائے۔

درود شریف کے فیض و برکات کے سلسلہ میں آیات و احادیث کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔ درود شریف پڑھنا پڑھانا تقاضائے محبت بھی اور مقتضائے شریعت بھی۔ ایک عاشق رسول جب عقیدت و محبت کے ساتھ عالم کیف و سرور میں جھوم جھوم کر درود شریف پڑھتا ہے، تو برکات و تجلیات کی بارش ہوتی ہے..... ایک وجد آفرین سماں پیدا ہوتا ہے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی ایک نعت پاک ”صل علی محمد“ کی ردیف میں ہے۔ ہر شعر عقیدت و محبت اور کیف و مستی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ماہ مبین و خوش ادا صل علی محمد  
پردہ کن کے مہ لقا صل علی محمد

محبوب کردگار کے حسن و جمال کی رعنائی و زیبائی پر ہدیہ درود نذر کرنے کا کتنا خوبصورت انداز ہے یہ!

شاخ نہال آرزو پھولے پھلے گی چارسو  
دل سے نکلتی ہے صدا صل علی محمد

نخل تمنا ہر چہار جانب تر و تازہ ہوگی..... شاداب و ثمر آور ہوگی..... جب جب

بھی دل کی گہرائیوں کے ساتھ ”صل علی محمد“ کی صدائے جانفزا نکلے گی، شاخ نہال  
 آرزو پھولے پھلے گی..... دل کی تمنا بر آئیگی..... نا تمام آرزو پایہ تکمیل تک  
 پہنچے گی۔

اس کی بلائیں رد ہوئیں اس کے گناہ دھل گئے  
 جس نے یہ صدق دل پڑھا صل علی محمد

بیشک خلوص و محبت اور صدق نیت کے ساتھ جو درود شریف پڑھے گا، اس کی  
 برکتوں سے اس کی بلائیں اور مصیبتیں دور ہوں گی..... دل و دماغ میں طہارت  
 و پاکیزگی پیدا ہوگی..... حسن عمل کی توفیق ملے گی۔

اتنا جنوں کا شوق ہوتن کونہ اپنے ہوش ہو  
 کہتا پھروں میں بر ملا صل علی محمد

جنون محبت اس درجہ بڑھ جائے کہ میں سب کچھ بھول کر صرف درود پاک کا  
 ہر دم ورد کرتا رہوں، اسی وظیفہ محبت سے دل بیتاب کو تسکین دیتا رہوں، یہی علامہ علیہ  
 الرحمہ اور دوسرے عاشقان رسول کا مقصد حیات ہے..... یہی دیوانگی ہے، جس پر  
 ہزار فرزا نگی و ہوشمندی قربان ہے۔

جتنے مرض ہیں لا دوا ان کے لیے تو پڑھ سدا  
 صل علی نبینا صل علی محمد

بلاشبہ ہر لادو امراض اور لاعلاج بیماری کا صرف ایک ہی نسخہ شفا ہے؛ محبت رسول..... اور محبت رسول کا تقاضا ہے کہ اپنے پیارے آقا پر درود و سلام پڑھ کر اس کی کیمیا اثری اور مسیحائی سے اپنی ناقابل علاج بیماریوں کو دفع کیا جائے..... تکلیفوں اور اذیتوں کو دور کیا جائے..... اور شفا کے جسمانی و روحانی حاصل کی جائے۔

حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی چند نعتوں کا یہ ایک سرسری جائزہ ہے۔ علامہ کی نعتیہ شاعری کی عظمتوں اور فکر و فن کی رفعتوں پر دوسرے ارباب علم و فن اور اساتذہ شعرو سخن تجزیہ و تبصرہ کا پورا حق ادا کر سکتے ہیں اور ان کے شاعرانہ مقام کا صحیح تعین کر سکتے ہیں۔ اس ناچیز نے تو علامہ علیہ الرحمہ کے نعتیہ اشعار پر تبصرہ، محض حصول برکت و سعادت کے لیے کیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کے جذبہ نعت گوئی کے فیضان سے ہمیں بھی وافر حصہ عطا فرمائے۔



## ارشادِ دینِ ملت

### ایک عدیم المثال قلمکار

حسان الہند بیکل اتساہی

لوگ کہتے ہیں کہ جگنو، سورج نہیں بن سکتا اور ذرہ چاند!

میاں یہ سچ ہے مگر یہ کس نے کہا کہ جگنو سورج ہو گیا اور ذرہ چاند؟

آئیے آپ کو بتاؤں کہ ایک گاؤں کی فضاؤں میں دکنے والا جگنو یا گاؤں

کی پگڈنڈیوں کا ذرہ چاند کی طرح کیسے چمکا دمکا..... ضلع بلیا اتر پردیش انڈیا کے

معمولی مگر علم و عقیدت کے گاؤں سید پورہ میں دمکا..... والد محترم حضرت شاہ عبدہ

عبد اللطیف علیہ الرحمہ کی آغوش میں دمکتا رہا..... پھر دادا علیہ الرحمہ کی بانہوں میں

ہگلی، بنگال میں اڑا اور دمکتا رہا۔ طبیعت میں اضطراب کہ میں گگن تک پہنچوں!

چین نہیں آیا تو الہ آباد، بریلی شریف، ناگپور پھر مبارک پور مصباح العلوم سے اپنی

پوری آب و تاب سے اٹھا اور سورج چاند کی طرح روشنی بانٹنے لگا۔ یہی ذرہ تمنائے تابش علم دیں کے حصول کیلئے قریہ قریہ پرواز کرتا رہا اور ۱۹۴۴ء میں چاند بن کر ابھرا حیات سنیت، کائنات محبت و عقیدت کو اپنی تابش علمی سے روشن کر دیا۔

یہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری ہی تو تھے جو زمین علوم دینیہ کو اپنی ذہانت و ذکاوت کی شعاعوں سے کہکشانِ نوری کی طرح چمکاتے رہے۔

علامہ علیہ الرحمہ میں تقریری صلاحیت تو تھی ہی مگر تحریری صلاحیت کا جواب نہیں۔ اپنی نثر نگاری سے مصباحیت کی لوہے تیز کر کے قوم و ملت کے اعتبار کو روشن کیا، ساتھ ہی نظم نگاری کی طرف جب رخ کیا تو نعت و منقبت کا خزانہ کھول دیا۔ برجستہ گوئی انکی فطرت میں تھی۔ اپنی شعری کاوشیں اپنے شاگردوں کو عطا کر دیا کرتے۔ ایسے واقعات میرے سامنے گذرے ہیں۔ سفر میں ہوتے یا فیض العلوم، فرصت کے اوقات میں مصرعہ دیتے، خود کہتے اور مجھ سے کہلواتے، مصرعہ ٹکراتے یا خیالات قریب تر ہوتے تو اسے ضائع کر دیا کرتے۔ وہ میرے لفظیات سے خوش تھے اور متاثر بھی مگر خود جب شعر کہتے تو انکے اپنے الفاظ ہوتے۔ انکے شعری اثاثے میں صنعتیں کہیں نہ کہیں اجاگر رہتیں۔ فی البدیہہ شعر کہنا ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ زیادہ گوئی یا زود گوئی میں اکثر مطالعہ کی پرچھائیاں کارگر ہو جاتیں۔

وہ پیکرِ اخلاص و محبت تھے۔ کبھی کسی کی طرف سے بغض و کینہ نہ رکھتے۔ اپنے ہم عصروں کی عزت کرتے۔ کبھی کوئی شرعی چوک کسی سے واقع ہوتی تو تنہائی میں مطمئن کر دیتے۔ ملک و بیرون ممالک دینی اداروں کی بنیاد رکھی اور دین کی توسیع و اشاعت کے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ انکے دو ایک ساتھی سیاسی تگ و دو میں

لگ گئے مگر علامہ علیہ الرحمہ ہمیشہ سیاسی قرابت سے دور رہے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا نعتیہ اور منقبتیہ مجموعہ زیر نظر ہے، جس میں نعت، منقبت اور قطعات شامل ہیں۔ سادگی شگفتگی ہر شعر کا لباس ہے۔ عقیدت و محبت ان کی روح۔

ان کے شہزادے ڈاکٹر مولانا غلام زرقانی قادری نے موصوف علیہ الرحمہ کے سبھی تحریری اثاثے کو ملت کے سامنے رکھنے کا عزم کیا ہے، جو بین الاقوامی معیار کے مطابق ہوگا۔

میری نیک خواہشات اور قلمی دعائیں انکے ساتھ ہیں۔

بریکل اتساہی

## نعت

یا نبی یاد تری دل سے مرے کیوں جائے  
بختِ بیدار مرا جاگ کے کیوں سو جائے

لاکھ عشاقِ مدینہ ہیں الم سے گھائل  
تم جو آ جاؤ تو پیارے کوئی کیوں گھبرائے

☆ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا سراج الہدی اور حاجی عبدالباری رحمۃ اللہ علیہما کے ہمراہ پہلا حج ۱۳۵۵ھ کیا۔ مولانا سراج الہدی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ قائد اہل سنت نے مدینہ شریف کی حاضری کے وقت اشکبار آنکھوں سے یہ کلام فی البدیہہ مواجہ شریف کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بروایت: مولانا مبین الہدی نوری، دیکھئے: رئیس القلم نمبر، ص: ۲۶۲، ت: اگست ۲۰۰۲ء

جب نظر ہی میں نہیں لاتے دو عالم کا جمال  
ان کے دیوانوں کو فردوس بھی کیوں بہلائے

صبح کا وقت ہے آقا مری جھولی بھر دو  
کٹ گئی رات یونہی دستِ طلب پھیلائے

ٹوٹ جائے غم و کلفت کی چٹانوں کا غرور  
سبز گنبد سے اگر دل کی صدا ٹکرائے

آگے دائیٰ بطحا کی اماں میں ارشد  
کہدو آنا ہے تو اب پیکِ اجل آجائے

## نعت

بہر دیدارِ مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے  
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر دونوں عالم کے سرکار آجائے

سدرۃ المنتہیٰ عرش و باغِ ارم ہر جگہ پڑ چکے ہیں نشانِ قدم  
اب تو اک بار اپنے غلاموں کے گھر دونوں عالم کے سرکار آجائے

شامِ امید کا اب سویرا ہوا سوئے طیبہ نگاہوں کا ڈیرا ہوا  
بچھ گئے راہ میں فرشِ قلب و نظر دونوں عالم کے سرکار آجائے

سامنے جلوہ گر پیکرِ نور ہو منکروں کا بھی سرکار شک دور ہو  
 کر کے تبدیل اک دن لباسِ بشر دونوں عالم کے سرکار آجائے

دل کا ٹوٹا ہوا آگینہ لئے جذبہ اشتیاقِ مدینہ لئے  
 کتنے گھائل کھڑے ہیں سرِ رہگذر دونوں عالم کے سرکار آجائے

میرے گلشن کو اک بار مہکائیے اپنے جلوؤں کی بارش میں نہلائیے  
 دیدہ شوق کو کیجئے بہرہ ور دونوں عالم کے سرکار آجائے

تا ابد اپنی قسمت پہ نازاں رہیں خاک ہو جائیں پھر بھی فروزاں رہیں

دل کی بزمِ تمنا میں اک بار اگر دونوں عالم کے سرکار آجائے

آخری وقت ہے ایک بیمار کا دل مچلنے لگا شوقِ دیدار کا  
 بجھ نہ جائے کہیں یہ چراغِ سحر دونوں عالم کے سرکار آجائے

شامِ غربت ہے اور شہرِ خاموش ہے ایک ارشدِ اکیلا کفنِ پوش ہے  
 خوف کی ہے گھڑی وقت ہے پر خطر دونوں عالم کے سرکار آجائے





## نست پاک

جس سے تم روٹھو وہ برگشتہ دنیا ہو جائے  
تم جسے چاہو وہ قطرہ ہو تو دریا ہو جائے

ان کی دہلیز پہ رکھ دوں تو جبیں پھر نہ اٹھے  
عالم شوق میں ایسا کوئی سجدہ ہو جائے

قہر سے دیکھو تو شاداب چمن جل جائے  
مسکرا دو تو مری خاک بھی زندہ ہو جائے

جس پہ تم ڈال دو خوش ہو کے نگاہِ رحمت  
 اوج پر اس کے مقدر کا ستارا ہو جائے

اے خوشا بخت کہ جب موت کی ہچکی آئے  
 نور والے ترے جلوؤں کا نظارا ہو جائے

چاہنے والے ہی دنیا میں رہیں خانہ خراب  
 آپ اگر چاہیں تو یہ غم بھی گوارا ہو جائے

دیکھئے ڈوب ہی جائے نہ بے چارہ ارشد  
 اب تو سرکارِ مدینہ سے اشارا ہو جائے

## فضائل

مدینہ میں دل کا نشاں چھوڑ آئے  
 فضاؤں میں آہ و فغاں چھوڑ آئے  
 جدھر سے بھی گزرے جہاں سے بھی گزرے  
 محبت کی اک داستاں چھوڑ آئے

## نعت حبیب

زمیں تا چرخ بریں فرشتے ہر اک نفس کو پکار آئے  
گناہگار و مناؤ خوشیاں شفیعِ روزِ شمار آئے

وہ نورِ اول سراپا رحمت عطا کے پیکر خدا کی نعمت  
وہ مونس و غمگسار بنکر دکھی دلوں کے قرار آئے

چمن نے کی آبر و نچھا اور گلوں نے سجدے کئے قدم پر  
نقاب لٹے گہر لٹاتے وہ جب سوئے لالہ زار آئے

بشر کی تشہیر کرنے والو نہ اٹھ سکا تم سے بارِ احساں  
کہ خاکوں کی اس انجمن میں وہ عرش کے تاجدار آئے

جہانِ خاکی کے تیرہ بختو تباہکارو خطا شعارو  
کچھ اس طرح جاؤ آبدیدہ کہ ان کی رحمت کو پیار آئے

کہیں نہ کھل جائے چشمِ زرگس کہیں نہ برپا ہو حشر کا دن  
زمین پہ تارِ نظر سے چلنا حبیب کا جب دیار آئے

میں اس کی ہر اک ادا پہ ارشد کروں عقیدت سے دل نچھاور  
شہہِ مدینہ کے در پہ جا کر جو اپنی ہستی سنوار آئے

عرب سے بغداد کی زمیں تک نجف سے اجمیر کی گلی تک  
ہزار ناموں سے ان کو ارشد کہاں کہاں ہم پکار آئے

## نعت

جمالِ نور کی محفل سے پروانہ نہ جائے گا  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

بڑی مشکل سے آیا ہے پلٹ کر اپنے مرکز پر  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

یہ مانا خلد بھی ہے دل بہلنے کی جگہ لیکن  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

نشیمن باندھنا ہے شاخِ طوبیٰ پر مقدر کا  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

جو آنا ہے تو خود آئے اجل عمرِ ابد لے کر  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

ٹھکانا مل گیا ہے فاتحِ محشر کے دامن میں  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

فرازِ عرش سے اب کون اترے فرشِ گیتی پر  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

دو عالم کی امیدوں سے کہو مایوس ہو جائیں  
مدینہ چھوڑ کر اب ان کا دیوانہ نہ جائے گا

نہ ہو گردِ داغِ عشقِ مصطفیٰ کی چاندنی دل میں  
غلامِ باوفا محشر میں پہچانا نہ جائے گا

حبیبِ کبریا کی عظمتوں سے منحرف ہو کر  
یہ دعوائے مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا

مرے سر کا رآ کر نقشِ کردو اب کفِ پا کو  
دل بیمار کا رہ رہ کے گھبرانانا نہ جائے گا

ظہورِ عشق کا موسم کہاں سے لائے گا رضواں  
اگر باغِ جناں میں ان کا میخانہ نہ جائے گا

پہنچ جائے گا ان کا نام لے کر خلد میں ارشد  
تہی دامن سہی نازِ غلامانہ نہ جائے گا



## ہمدیہ عقیدت

ہے جبیں شوق کا بھی دنیا میں اک ٹھکانہ  
رہے حشر تک سلامت ترا سنگِ آستانہ

دو جہاں کی نعمتوں کو جسے چاہے بخشدے تو  
تری ملک ہے خدائی ترے بس میں ہے زمانہ

تو ہی چارہ ساز میرا تو ہی غمگسار میرا  
کسے جا کے میں سناؤں غم و درد کا فسانہ

کبھی وہ سحر بھی آتی کہ چراغ بجھتے بجھتے  
ترے سنگِ در پہ بنتا مرے غم کا آشیانہ

مری آہِ نارسا پر رہی طعنہ زن یہ دنیا  
مرے دروِ دل کا عالم نہ سمجھ سکا زمانہ

ترے غم سے زندگی ہے تری یاد بندگی ہے  
کہ ہے دینِ عاشقی میں یہ نمازِ پنجگانہ

غمِ عاشقی میں ارشدیہی زندگی کا حاصل  
کبھی آہِ صبح گاہی کبھی گریہِ شبانہ

## قطعه

روز آئے مدینے سے بادِ صبا ہجر میں دل ہمارا بہلتا رہے  
 ہر گھڑی تم مجھے یاد آتے رہو عالمِ شوق میں دل مچلتا رہے  
 وقت آجائے ارشد کا جب آخری رنگ لائے مری نسبتِ قادری  
 گوشہ دامنِ پاک ہو ہاتھ میں سامنے تم رہو دم نکلتا رہے

## صَلِّ عَلٰی سَيِّدِ

ماہِ مبین و خوش ادا صلِ علیٰ محمد  
پردہ کن کے مہ لقا صلِ علیٰ محمد

شاخِ نہالِ آرزو پھولے پھلے گی چار سو  
دل سے نکلتی ہے صدا صلِ علیٰ محمد

اس کی بلائیں رد ہوئیں اس کے گناہ دھل گئے  
جس نے یہ صدق دل پڑھا صلِ علیٰ محمد

اتنا جنوں کا جوش ہوتن کا نہ اپنے ہوش ہو  
کہتا پھروں میں بر ملا صلِ علیٰ محمد

جتنے مرض ہیں لا دوا ان کے لیے تو پڑھ سدا  
صلِ علیٰ نبینا صلِ علیٰ محمد

## منقبت

ہو چشمِ عنایتِ شہِ جیلاں مرے لئے  
ہو چارہ سازِ رحمتِ یزداں مرے لئے

آوازِ دی ہے جب سے انہیں کہکے دستگیر  
شامِ الم ہے صبحِ بہاراں مرے لئے

میں ہوں دیارِ غوث میں پھر آج شب گزار  
رک جائے کہد و گردشِ دوراں مرے لئے

مرہم ہو یا کہ نشترِ غم سب ہے خوشگوار  
جب تم ہی خود ہو درد کا درماں مرے لئے

داغِ دلِ غریب ہے ہم رنگِ لالہ زار  
ہے شامِ آرزو کا چراغاں مرے لئے

شامِ نشاط و صبحِ طرب بہر دیگران  
صدِ مرحبا کہ ہے غمِ جاناں مرے لئے

اے کاش پوچھیں حشر میں جیلاں کے تاجدار  
ارشاد کہاں ہے اشکِ بداماں مرے لئے

## قطعہ

چراغِ طیبہ کی روشنی میں جو ایک شب بھی گزار آئے  
 وہ دل کو روشن بنا کے اٹھے وہ اپنی قسمت سنوار آئے  
 کچھ ایسی پی ہے شرابِ الفت وہیں کھڑے ہیں خبر نہیں ہے  
 نہ در ہوا بند میكدے کا نہ ہوش میں بادہ خوار آئے

## منقبت

ہمیشہ جوش پر بحرِ کرم ہے میرے خواجہ کا  
زمانہ بندۂ جود و نعم ہے میرے خواجہ کا

نچھاور ہے متاعِ دو جہاں اس دل کی قیمت پر  
کہ نامِ پاک جس دل پر رقم ہے میرے خواجہ کا

منور ہند کا ظلمت کدہ خواجہ کے دم سے ہے  
دیارِ ہند ممنونِ کرم ہے میرے خواجہ کا



نوازش ہے کہ دریا بہہ رہا ہے فیض و رحمت کا  
زمانہ پر سدا لطف اتم ہے میرے خواجہ کا

نگوں ہو کر رہا ہر ایک کا پرچم زمانے میں  
بلندی پر نصب اب تک ہے پرچم میرے خواجہ کا

ہزاروں پرچم شوکت اڑے اور مٹ گئے آخر  
بلندی پر نصب اب تک ہے پرچم میرے خواجہ کا

درِ اقدس کا ہر ذرہ غبارِ طور سینا ہے  
دلِ روشن گزر گاہِ حرم ہے میرے خواجہ کا

ہزاروں قافلے عرفان کی منزل پہ جا پہنچے  
چراغِ رہگذر نقشِ قدم ہے میرے خواجہ کا

سلاطین جہاں بھی سنگ در کی خاک ملتے ہیں  
تعالی اللہ وہ جاہ و حشم ہے میرے خواجہ کا

کہاں سے آرہی ہے حشر میں آواز ارشد کی  
گنہگارو چلو باغِ ارم ہے میرے خواجہ کا



## قطعہ

علامت عشق کی آخر کو ظاہر ہو کے رہتی ہے  
 جبیں سے رنگ سے پڑ مردگی سے چشم گریاں سے  
 کرم کی رحم کی امداد کی ہے آس ارشد گو  
 خدا سے مصطفیٰ سے غوث سے احمد رضا خاں سے

## نعت

ان کے روضے پہ بہاروں کی وہ زیبائی ہے  
جیسے فردوس پہ فردوس اتر آئی ہے

پاؤں چھو جائے تو پتھر کا جگر موم کرے  
ہاتھ لگ جائے تو شرمندہ مسیحائی ہے

جانے کیوں عرش کی قندیل بجھی جاتی ہے  
ان کے جلوؤں میں نظر جب سے نہا آئی ہے

مل گئی ہے سرِ بالیں جو قدم کی آہٹ  
روح جاتی ہوئی شرما کے پلٹ آئی ہے

سر پہ سر کیوں نہ جھکیں ان کے قدم پہ ارشد  
اک غلامی ہے تو کونین کی آقائی ہے

## مدیح نبوی

تم نقشِ تمنائے قلمدانِ رضا ہو  
برکات کا سورج ہو بریلی کی ضیاء ہو

جب خالقِ کونین ہی خود مدح سرا ہو  
”نعتِ شہ کونین کا حق کس سے ادا ہو“

---

☆ ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء بمطابق ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ ہجری میں بنارس کی سرزمین پر  
ایک طرحی مشاعرہ قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں ہوا تھا۔ مصرعہ  
طرح تھا ”نعتِ شہ کونین کا حق کس سے ادا ہو“۔ آپ نے بھی چند اشعار کہے۔ ملاحظہ  
فرمائیں۔ مرتب

ہر آن پہ ہو جب کہ مدارج میں ترقی  
 ”نعتِ شہ کونین کا حق کس سے ادا ہو“

جبریل بھی بے مثلی پہ جب مہر لگائیں  
 ”نعتِ شہ کونین کو حق کس سے ادا ہو“

فردوس میں جب جب بھی ہوئی نعت کی محفل  
 آقائے کہا اہل بریلی کا بھلا ہو

کیوں اپنی گلی میں وہ روادارِ صدا ہو  
 بن مانگے جو ہر آن میں مصروفِ عطا ہو

اک آن میں ارشد کی بھی تقدیر سنور جائے  
 گر دستِ کرم ان کا مری سمت اٹھا ہو

## شبیر کو رکھ لو دل میں

تیرے قدموں میں شجاعت نے قسم کھائی ہے  
یاد آئے گی تری یاد کی ہر محفل میں  
عزم و ہمت کے مریضوں سے یہ کہدے کوئی  
جان آجائے گی شبیر کو رکھ لو دل میں



## ساقی نامہ

اپنے مستوں کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے ساقی      مجلسِ کیف تری زیروزبر ہے ساقی  
اب نہ وہ دن ہیں نہ وہ شام و سحر ہے ساقی      بندِ میخانہ فیضانِ نظر ہے ساقی

بات مت پوچھ غمِ عشق کے افسانوں کی  
خاکِ چہروں پہ اڑا کرتی ہے ویرانوں کی

اب تو جنت بھی ہے سرکار کی قربت بھی ہے      ترے مولا کی ترے حال پہ رحمت بھی ہے  
زیبِ سرتاجِ شہہِ ملکِ ولایت بھی ہے      ہاتھ میں عالمِ جاوید کی دولت بھی ہے

جب سبھی کچھ ہے تو خیرات لٹا دے ساقی  
چشمِ مخمور سے پھر جامِ پلا دے ساقی

ترے دربار میں پھر شور ہے میخواروں کا      حوصلہ تشنہ نہ رہ جائے وفاداروں کا  
آکے اب حال ذرا دیکھ لے بیماروں کا      واسطہ دیتے ہیں ساقی ترے سرکاروں کا

بہرِ تسکین یہ تکلیف گوارا ہو جائے  
آج تربت سے نکل آ کہ نظارا ہو جائے  
اک نظر ڈال کے دنیا تہہ و بالا کر دے  
بزمِ دل نورِ تجلی سے اجالا کر دے

☆ نوٹ: یہ نامکمل ہے

## شادابی امت

آبگینوں میں شہیدوں کا لہو بھرتے ہیں  
 صبح سے آج فلک والوں میں بیتابی ہے  
 ہونہ ہو اس عرقِ روحِ عمل سے مقصود  
 شجرِ امت مرحوم کی شادابی ہے

## منقبت

ہاتھ پکڑا ہے تو تا حشر نبھانا یا غوث  
اب کسی حال میں دامن نہ چھڑانا یا غوث

اپنے ہی کوچے میں سرشارِ تمنا رکھنا  
اپنے محتاج کو در در نہ پھرانا یا غوث

دل سے اترے نہ کبھی تیرے تصور کا خمار  
ایسا اک جامِ حضوری کا پلانا یا غوث

تیرے نانا کی سخاوت کی قسم ہے تجھ کو  
اپنے در سے ہمیں خالی نہ پھرانا یا غوث

دوست خوش ہوں مرے دشمن کو پشیمانی ہو  
کام بگڑے ہوئے اس طرح بنانا یا غوث

آستیں اپنی بڑھانا مری پلکوں کی طرف  
اپنے غم میں ہمیں جب بھی رلانا یا غوث

کبھی آنکھوں میں کبھی خانہ دل میں رہنا  
روح بنکر مری رگ رگ میں سما نا یا غوث

نسبتِ حلقہ بگوشی کا بھرم رکھ لینا  
بہر امداد مری قبر میں آنا یا غوث

آگینہ میری امید کا ٹوٹے نہ حضور  
درِ حسرت سے مرے دل کو بچانا یا غوث

تیرے جلوؤں سے ہیں کتنے ہی شبستاں روشن  
میرے دل میں بھی کوئی شمع جلانا یا غوث

کسی منجدھار سے ارشد کی صدا آتی ہے  
میری کشتی کو تم ہی پار لگانا یا غوث

## منقبت

بخدمت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

پیار سے تم کو فرشتوں نے جگایا ہوگا

اور جنت کی بہاروں میں سلایا ہوگا

تیری ٹھوکر میں جو آیا اسے ٹھوکر نہ لگی

کیا گرے گا وہ جسے تو نے سنبھالا ہوگا

قبر بھی منزلِ عشاقِ نبی ہے یارو  
کہ وہیں چہرہٴ زیبا کا نظارا ہوگا

شمعِ عشقِ رخِ شہِ ساتھ گئی ہے جب تو  
روز و شب مرقدِ نوری میں اجالا ہوگا

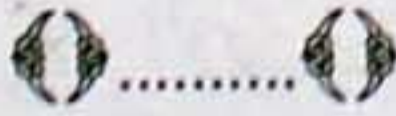
کہہ کہ لبیک یہ دنیا جو سمٹ آئی ہے  
آپ نے مرقدِ انور سے پکارا ہوگا

اپنی دنیا میں جو محبوب سے تنہا نہ رہا  
منزلِ قبر میں کیونکر وہ اکیلا ہوگا



آستانے سے چلے جائیں تہی دامن ہم  
ان کی غیرت کو بھلا کیسے گوارا ہوگا

مصطفیٰ کی جو رضا بن کے گیا ہے ارشد  
اس کے اعزاز میں کیا جانئے کیا کیا ہوگا



## کوئی قیمت بھی لگائے تو لگائے کیونکر

خون ہے یہ شہید لولاک کے شہزادوں کا  
 کوئی قیمت بھی لگائے تو لگائے کیونکر  
 عفو امت پہ صلح کرنے کو آمادہ ہے  
 سیدہ آپ کا ممنون ہے سارا محشر

## منقبت

بحضور شیخ تیغ علی علیہ الرحمہ

اس پہ کھل جائے ابھی تیغ علی کا جوہر  
چشم ساقی کی اگر کوئی نظر پہچانے

وحشتِ شوق کو کہد و ابھی آواز نہ دے  
اپنے سرکار کی سرکار میں ہیں دیوانے

اب بدلنے کا نہیں کیف و جنوں کا موسم  
درِ مرشد پہ کھلے ہیں ابدی میخانے

## ایکے تاریخی شعر

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں  
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

☆ صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی علیہ الرحمہ سفر حج کی نیت سے اپنے دولت خانہ سے نکل چکے تھے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ مقدس قافلہ ممبئی پہنچا تا کہ وہاں سے سمندری جہاز کے ذریعہ حرمین شریفین تک رسائی ممکن ہو۔ اس مقدس سفر پر جانے والے عشاقان مدینہ کو الوداع کہنے کے لیے حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بھی ممبئی میں موجود تھے۔

ساری تیاری مکمل تھی کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی حالت بگڑنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی روح پرواز کر گئی۔ قائد اہل سنت علیہ الرحمہ نے اسی تاریخی موقع پر فی البدیہہ یہ شعر کہا تھا۔ مرتب

## تاریخی نظم کا ایک شعر

ان موتیوں کی تابشیں دنیا کو ہیں محیط  
سی پی میں گرچہ ان کو نہاں دیکھتا ہوں میں

☆ ناگپور میں حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے ہاتھوں حافظ عبدالرؤف بلیاوی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی جماعت کو دستار فضیلت سے نوازا گیا تھا۔ ایسے پر بہار موقع پر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ایک شاندار نظم پڑھی تھی، جس کا صرف یہی شعر میسر آسکا ہے۔ اس شعر میں دراصل ایہام ہے۔ اسے خود علامہ نے بیان فرمایا کہ ناگپور ان دنوں سینٹرل پرنس میں آتا تھا۔ علامہ نے انگریزی کے دونوں لفظوں کا ابتدائی حرف لے لیا جس سے وہ ”سی پی“ ہو گیا، مگر سامع ”موتی“ کی مناسبت سے ”سی پی“ سے سمندری کیڑا گمان کرے گا جس میں موتی ہوتا ہے۔ (بروایت علامہ محمد قمر الحسن قمر بستوی)

## سہراء شادی

موسمِ گل ہے بہاروں کی نگہبانی ہے  
میرے گھر قافلہ عیش کی مہمانی ہے  
مستی و کیف میں ہنگامِ غزل خوانی ہے  
جس طرف دیکھتے جلوؤں کی فراوانی ہے

باغِ فردوس سے بارات اتر آئی ہے  
چاندنی بامِ شریعت پہ نکھر آئی ہے

---

☆ استاذ العلماء علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے جناب شبیر احمد انجینئر کی شادی جناب عباس صاحب کی صاحبزادی سے انجام پذیر ہوئی۔ شادی کی تقریب کلکتہ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس موقع پر قائد اہل سنت نے یہ اشعار کہے۔ مرتب

آج بن آئی ہے اسلام کے معماروں کی  
 رحمتیں پھوٹ پڑی ہیں مرے سرکاروں کی  
 کوئی توقیر تو دیکھے ذرا دستاروں کی  
 کتنی پیاری ہے خوشی اپنے فداکاروں کی

آگئی بادِ صبا خلوتِ زیبا لے کر  
 باغِ طیبہ سے مہکتا ہوا سہرا لے کر

حافظِ ملت بیضاء کی نظر کا تارا  
 یعنی محبوب و محبت دونوں کے دل کا پیارا

باپ مشرق کا تو فرزند ہے مغرب کا امام  
 دونوں بلجائیں تو قبضہ میں ہو عالم کا نظام

گلِ عباس کی خوشبو سے معطر دامن  
 اور شبیر کے چہرے پہ مہکتا گلشن

وادی شوق میں قاسم سا جواں سال بھی ہے  
خود وہ تنہا نہیں عباس کا اقبال بھی ہے

ایک حجن جسے کہتے ہیں دلہن کی وادی  
ان کے ارمان کا آئینہ ہے ساری شادی

کتنے مسرور ہیں حامد کی اداؤں کے امیں  
مصطفیٰ کی نگہ لطف سے سب کو تسکین

کوئی حافظ ہو کہ قاری ہو بہم ہیں دونوں  
ابروئے جلوۂ قرآن کے خم ہیں دونوں

ایک پیغامِ خوشی دونوں کے گھر آیا ہے  
نقشِ اخلاص کا چہروں پہ ابھر آیا ہے



جس کی آغوش میں پلتے ہیں نبی کے وارث  
جس کے دربار میں بکتے ہیں نبی کے وارث

رشتہ عقد کا اتمام کیا ہے اس نے  
کام دونوں کا خوش انجام کیا ہے اس نے



